ڈاکٹر اسرار احمدؒ — ایک عظیم داعیٔ قرآن

نثار احمد ملک، چکوال ☆

ڈاکٹر اسرار احمدؒ بلاشبہ بیسویں صدی کے عظیم داعیٔ قرآن تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی دینی خدمات کے کئی پہلو ہیں، ان کی فکر کی بے شمار جہتیں ہیں جو وقت کی ہر کروٹ کے ساتھ کھلتی چلی جائیں گی۔ ان کی فکری تشکیل میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تصوراتِ دین نے بنیادی کردار ادا کیا لیکن انہوں نے بلاشبہ اس فکر کے کئی خلا پُر کیے اور بہت سے نئے گوشے آشکار کیے۔ ان کی تمام سعی و جُہد، حرکت و عمل اور تنظیم و تحریک کا مرکز و محور قرآن اور سُنّتِ رسول ﷺ ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تفہیم کے لیے ان کی زبان کی گرہیں کھول دی تھیں، گویا قرآن کو ان کی زبان پر آسان کر دیا تھا۔ ان کے دروسِ قرآن کا غلغلہ نصف صدی سے زائد تک پوری دنیا میں برپا رہا اور بلاشبہ قرآن حکیم کے بیان میں ان کا کوئی ثانی اور مد مقابل نہ تھا۔ ان کی فکر کا منبع و ماخذ قرآن تھا۔

ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک مستقل ''تھیسس'' یہ تھا کہ کوئی بھی اسلامی فکری تحریک اس وقت تک کوئی اجتماعی اور مؤثر تبدیلی نہیں لا سکتی جب تک اس تحریک کے ارکان ''ایمانِ حقیقی'' کی نعمت سے سرفراز نہ ہوں، اپنی انفرادی زندگیوں میں اسلام کے احکام پر مکمل طور پر عمل پیرا نہ ہوں اور اپنی معاشرت و معیشت کو اسلامی خطوط میں نہ ڈھال چکے ہوں۔ اس ''تھیسس'' کا اگلا جزو یہ ہے کہ ''ایمانِ حقیقی'' کے حصول کے ذرائع تو بہت ہیں، یہ نعمت عملِ صالح سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور صالحین کی صحبت سے بھی، لیکن ایمانِ حقیقی کے حصول کا مؤثر ترین ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ یہ ''صالحین'' بھی قرآن ہی پیدا کرے گا۔ لہٰذا قرآن کی طرف حقیقی رجوع کے بغیر صالحین کی ایسی جماعت پیدا نہیں ہو سکتی جو اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

ڈاکٹر صاحبؒ کو اس بات کا بھی شعوری ادراک تھا کہ اُمتِ مسلمہ کے زوال کی اصل وجہ قرآن سے مہجوری ہے۔ جب اُمت نے قرآن کے پیغام کو فراموش کر دیا تو وہ فقہی، مسلکی، کلامی اور فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئی۔ یوں اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ قرآن سے اُمت کا تعلق محض ایک مقدس کتاب سمجھنے، حصولِ ثواب اور حصولِ برکت تک محدود ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ نے عظمتِ قرآن کو اُجاگر کیا اور اس بات کو باور کرایا کہ قرآن حکیم کی صورت میں اُمتِ مسلمہ کے پاس کتنی عظیم نعمت موجود ہے۔ یہ حضور ﷺ کا زندہ و جاوید معجزہ ہے۔ پھر انہوں نے تفصیل سے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے عنوان سے تقاریر کیں، جو بعد میں باقاعدہ کتابی شکل میں وسیع پیمانے پر شائع کی گئیں۔ اس اشاعتِ عام کا مقصد اُمت کو قرآن حکیم کی طرف

☆ سابق نائب مدیر ہفت روزہ ندائے خلافت

ہمہ پہلو راغب کرنا تھا تا کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تفہیم کی طرف متوجہ ہو۔ یہ بلاشبہ ایک لاجواب تحریر ہے۔ اس کتابچے کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ چنانچہ اس کا عربی ترجمہ ’ماذا یجب علی المسلمین تجاہ القرآن‘‘ کے نام سے محترم ڈاکٹر صہیب حسن صاحب نے کیا جو پانچ اقساط میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے عربی مجلّہ ’’البعث الاسلامی‘‘ میں شائع ہوا۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحبؒ نے حضورﷺ کے اس قول مبارک کو عام کیا کہ ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) (صحیح بخاری) ’’تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سمجھیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں‘‘۔

ڈاکٹر صاحب نے بیسویں صدی کے عظیم مجدّد ٔ مجاہد اور رجلِ عظیم شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے درج ذیل قول سے تقویت حاصل کی اور اسے بہت عام کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

’’میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کا چھوڑ دینا‘ دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے‘ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کیے جائیں‘ بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے‘ اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے‘‘۔(۱)

ڈاکٹر صاحب کو اس تشخیص پر کامل یقین تھا‘ لہٰذا انہوں نے اپنی زندگی قرآن حکیم کی نشر و اشاعت کے مبارک کام میں کھپا دی۔ ان کی اس تشخیص کو مزید تقویت بیسویں صدی کے عظیم فلاسفر علامہ اقبال کے افکار سے حاصل ہوئی۔ وہ زمانہ طالب علمی سے ہی علامہ اقبال کی فکر سے متاثر تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال کے افکار آپ پر آشکارا ہوتے گئے۔ چنانچہ وہ خود علامہ اقبال کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

’’چنانچہ اُن کے اشعار تو ایمان و یقین کے کیف و سرور‘ محبتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کے سوز و گداز اور جذبۂ جوشِ ملی سے مملو ہیں ہی‘ ان کے ’خطبات‘ بھی درحقیقت وقت کی اعلیٰ ترین فکری سطح پر مطالعۂ قرآن حکیم ہی کی ایک کوشش کا مظہر ہیں جس کے ذریعے علامہ مرحوم نے جدید ریاضیات و طبیعیات اور فلسفہ و نفسیات کا رشتہ قرآن حکیم کی اساسی تعلیمات کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر دورِ حاضر میں دین و مذہب کی گاڑی کا آگے چلنا محالِ مطلق ہے‘‘۔(۲)

ڈاکٹر صاحبؒ علامہ اقبال کے اشعار کے ذریعے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو یہ پیغام بھی دینا چاہتے تھے کہ قرآن کی قوتِ تسخیر اس قدر شدید ہے کہ مغرب و مشرق کے فلسفوں کا شناور بھی اس کے سامنے گھائل ہے۔ یہ فقط مذہبی ذہن کے حامل لوگوں کو ہی متاثر نہیں کرتا بلکہ علامہ اقبال جیسا مغربی دنیا کے علوم سے فیض یاب ہونے والا فلسفی بھی قرآن کی عظمت کا قائل ہے۔ وہ اقبال کو بہت بڑا ترجمان القرآن سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال سے کیوں متاثر تھے‘ انہی کے الفاظ میں سنئے:

”واقعہ یہ ہے کہ میرے نزدیک اس دور کا سب سے بڑا ترجمان القرآن اور سب سے بڑا داعی الی القرآن علامہ اقبال ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی عظمت کا جس گیرائی اور گہرائی کے ساتھ احساس علامہ اقبال کو ہوا‘ میری معلومات کی حد تک اس درجے عظمت کا انکشاف کسی اور انسان پر نہیں ہوا۔ جب وہ قرآن مجید کی عظمت بیان کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان کی دید اور ان کا تجربہ ہے۔“ (۳)

ڈاکٹر صاحبؒ کی قرآنی خدمات کے ضمن میں اوّلیت تو ان کے دروسِ قرآن کو حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے بقول زمانہ طالب علمی میں ہی ان کے دروسِ قرآن کا عام چرچا تھا۔ ان دروسِ قرآن کے ذریعے انہوں نے لاکھوں انسانوں کو متاثر کیا اور ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوئے۔ جب ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۴ء میں ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ساہیوال میں سکونت پذیر ہوئے‘ تو اس وقت انہوں نے ساہیوال اور گردونواح میں حلقہ ہائے دروسِ قرآن قائم کیے۔ یہ دروس انتہائی مقبول ہوئے۔ جب آپ ۱۹۵۸ء میں کراچی تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ کے دروسِ قرآنی کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۶۵ء میں آپ مستقلاً لاہور میں رہائش پذیر ہوئے تو اس کے بعد دروسِ قرآنی کے حلقے وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ خود رقم طراز ہیں:

”۱۹۶۵ء ہی کے وسط میں راقم الحروف غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کے پختہ ارادے‘ اور تعلّم و تعلیم قرآن کی منظم منصوبہ بندی کے عزمِ مصمم کے ساتھ دوبارہ واردِ لاہور ہوا۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن یہی دو کام میری زندگی کا مرکز و محور رہے ہیں۔ اور ان پچیس سالوں کے دوران‘ الحمدللہ‘ ثم الحمدللہ کہ میرے اوقات اور میری صلاحیتوں اور توانائیوں کا اکثر و بیشتر حصہ اصلاً غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد اور عملاً تعلّم و تعلیم قرآن کی مساعی میں صَرف ہوا ہے“۔ (۴)

قارئین! ڈاکٹر صاحبؒ کی مندرجہ بالا تحریر ۲۱ سال پہلے کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی حیاتِ مستعار کا آخری لمحہ بھی اسی کام میں صرف کیا ہے۔

لاہور میں مسجد خضراء سمن آباد اور مسجد شہداء کے ہفتہ وار دروسِ قرآن کو بہت شہرت ملی۔ جو لوگ ان دروسِ قرآن میں شریک رہے ہیں وہ ان روح پرور مناظر کے چشم دید گواہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے ان دروسِ قرآن کا یہ سلسلہ لاہور اور اس کے مضافات تک محدود نہ رہا بلکہ دوسرے بڑے بڑے شہروں میں بھی ماہانہ دروسِ قرآن کی محافل منعقد ہونے لگیں۔ چنانچہ کراچی میں تاج محل ہوٹل کی ”شامِ الہدیٰ“ اور اسلام آباد کے کمیونٹی سنٹر آب پارہ کے ماہانہ درسِ قرآن سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوئے۔ ان سطور کا راقم بھی ۱۹۸۷ء میں اسلام آباد کے ماہانہ درسِ قرآنی سے ہی ڈاکٹر صاحب کی فکر اور شخصیت سے متعارف ہوا۔

ڈاکٹر صاحبؒ کے ان دروسِ قرآنی کے سامعین کی بڑی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مرفہ الحال طبقہ پر مشتمل ہوتی تھی‘ کیونکہ ان دروسِ قرآن کا معیار انتہائی اعلیٰ علمی سطح کا ہوتا تھا۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میرے مخاطبین یہی لوگ ہیں‘ اگر سوسائٹی کا یہ طبقہ تبدیل ہو جائے تو یہ تبدیلی خود بخود نچلی سطح تک پہنچے گی‘ کیونکہ یہی لوگ معاشرے کا رجحان (trend) بنانے اور بگاڑنے والے ہوتے ہیں اور عام لوگ انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحبؒ کی فکرِ قرآنی جغرافیائی سرحدوں سے نکل کر دوسرے ممالک تک پہنچ گئی۔ چنانچہ انہوں نے

۱۹۷۹ء میں امریکہ کا پہلا دعوتی و تبلیغی دورہ کیا جو بعد میں مختصر وقفوں کے ساتھ مسلسل جاری رہا۔ امریکہ کی سرزمین بھی آپ کی دعوتِ قرآنی کے لیے انتہائی سازگار ثابت ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں مکہ مسجد حیدر آباد دکن (بھارت) میں مسلسل تین دن ہزاروں خواتین و حضرات نے آپ کے کئی کئی گھنٹوں پر محیط دروسِ قرآن سنے۔ ۱۹۸۵ء میں آپ نے ابوظہبی کا دورہ کیا اور وہاں مختلف موضوعات پر بھرپور دروسِ قرآن دیے' جن کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔ میں نے یہاں ڈاکٹر صاحبؒ کے صرف ابتدائی بیرونی اسفار کا ذکر کیا ہے' اگر اس داستان کو مرتب کیا جائے تو علیحدہ ایک کتاب کی متقاضی ہے۔ میں صرف یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ داعیٔ قرآن' فکرِ قرآنی کا علَم لے کر کہاں کہاں نہیں گیا' بقول شاعر ع ''میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا!''

ڈاکٹر صاحبؒ کی قرآنی فکر کو اُس وقت ایک نئی جہت ملی جب پاکستان ٹیلی ویژن نے ان کے لیے اپنے دروازے وا کیے۔ ان دروس نے آپ کی فکر اور شخصیت دونوں کو خوب متعارف کرایا۔ PTV کے ان پروگراموں میں ''بیان القرآن'' کے عنوان سے ایک پروگرام شروع ہوا' جو چار سال تک مسلسل چلتا رہا۔ اس کے علاوہ تین سال تک ہر رمضانِ مبارک میں پی ٹی وی پر آپ کے پروگرام ''الکتاب''، ''الٓمٓ'' اور ''حکمت و ہدایت'' جاری رہے۔ اس کے علاوہ ربیع الاول کے مہینے میں فلسفۂ رسالت کے بارے میں آپ کا پروگرام ''رسولِ کامل ﷺ'' بھی پی ٹی وی پر ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس پروگرام کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔

PTV کے جس پروگرام نے ڈاکٹر صاحبؒ کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا وہ درسِ قرآن کا ہفتہ وار پروگرام ''الہدیٰ'' ہے جو پندرہ ماہ تک جاری رہا۔ جب یہ پروگرام شروع ہوا اُس وقت تک ٹی وی خاصا عام ہو چکا تھا' لہٰذا لوگ بتاتے ہیں کہ ہم اس پروگرام کا اس شدت سے انتظار کرتے تھے جیسے ڈرامہ کا بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ اس پروگرام کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے دین بیزار' الحاد پرست اور سیکولر طبقے کی نیندیں حرام کر دیں۔ چنانچہ اس پروگرام کو بند کرانے کے لیے مظاہرے شروع ہو گئے۔ جنرل ضیاءالحق نے نام نہاد روشن خیال بباطن چنگیز سے تاریک تر خواتین و حضرات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور پروگرام بند ہو گیا۔ لیکن اس شر سے یہ خیر برآمد ہوا کہ مسلمانانِ پاکستان کے تمام وہ طبقات جو دینی غیرت و حمیت رکھتے تھے' انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے حق میں اور پروگرام کے شروع کروانے کے لیے ملک کے طول و عرض میں بھرپور مظاہرے کیے۔ ان مظاہروں کی شان یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے جنرل ضیاء سے کہا کہ میں اس وقت اس پوزیشن میں ہوں کہ آپ کی حکومت کے خلاف زوردار تحریک چلا سکوں لیکن میرے پاس ایسے تربیت یافتہ لوگ نہیں ہیں جو اس انقلاب کو سنبھال سکیں' لہٰذا میں کسی مفاد پرست طبقے کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتا۔ یوں ڈاکٹر صاحب کی تحریک کی طرف لوگوں کا رجوع زیادہ ہو گیا۔

پاکستان ٹیلی ویژن نے اپنے دروازے ڈاکٹر صاحبؒ پر بند کر دیے لیکن فکرِ قرآنی کے افشاء کے لیے اللہ تعالیٰ نئے نئے راستے وا کرتا رہا۔ جب الیکٹرانک میڈیا آزاد ہوا اور پرائیویٹ سیکٹر میں نئے چینلز کھلنے لگے تو ڈاکٹر صاحبؒ کے دروسِ قرآنی کا سلسلہ مختلف چینلز پر پھر سے شروع ہو گیا۔ چنانچہ آپ کا ترجمہ و تفسیر قرآن کا پروگرام ''بیان القرآن'' Qtv سمیت مختلف چینلز پر لاکھوں انسانوں کے قلوب و اذہان کو مسخر کرنے کا ذریعہ

بنا۔ لیکن ڈاکٹر صاحبؒ کی زوردار قرآنی فکر نے پھر کچھ لوگوں کو پریشان کر دیا۔ ان شرپسند عناصر نے اپنی مسلکی تنگ نظری کے باعث اس فکر انگیز پروگرام کو بند کرا دیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک اور راستہ نکال دیا' چنانچہ محترم ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک حفظہ اللہ کے Peace-TV کے ذریعے آج بھی لاکھوں لوگ نورِ قرآنی سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحبؒ کی خدماتِ قرآنی میں ایک اہم سنگ میل نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کو حاصل ہے۔ اس طرح کے طویل دورانیے کے پروگرام کی کوئی دوسری مثال ڈاکٹر صاحبؒ سے پہلے نہیں ملتی۔ اس پروگرام کا آغاز ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) کے رمضان المبارک میں ''جامع القرآن'' قرآن اکیڈمی لاہور سے ہوا۔ صلوٰۃ التراویح میں قرآن مجید کے جتنے حصے کی تلاوت کی جاتی' پہلے اس کا ایک رواں ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کر دی جاتی۔ اب قاری جب قرآن کی تلاوت شروع کرتا تو سامعین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور یہ تلاوت علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق بن جاتی ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب — گرہ کشا ہے نہ رازی' نہ صاحبِ کشاف

یہ روح پرور پروگرام رات دو اڑھائی بجے تک جاری رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پروگرام کو اس قدر پذیرائی بخشی کہ ہر رمضان المبارک میں قرآن اکیڈمی کی ''جامع القرآن'' میں ایک عجیب ایمان پرور منظر دیکھنے کو ملتا۔ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوتی اور انہماک بھی دیدنی ہوتا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام شروع ہو گئے جو آج تک جاری ہیں۔ بلا مبالغہ ملک بھر میں سینکڑوں مقامات پر ڈاکٹر صاحبؒ کے تلامذہ بنفسِ نفیس دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے گروپوں کی شکل میں ہزاروں مقامات پر ڈاکٹر صاحب کی ویڈیو کیسٹس کے ذریعے یہ پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔ یہ ایسا کام ہے جس کی ابتدا کا سہرا ڈاکٹر صاحب کے سر ہے' بقول حفیظ ؎

کیا پابندِ نَے نالے کو میں نے — یہ طرزِ خاص ہے ایجاد میری!

ڈاکٹر صاحب نے مختلف مواقع پر الگ الگ علمی سطح کے دروسِ قرآن دیے ہیں۔ بعض دروس انتہائی مختصر اور عام فہم ہیں' جیسے دورۂ ترجمۂ قرآن ہے' لیکن بعض دروس اعلیٰ علمی سطح کے حامل ہیں۔ ایک درسِ قرآن ۱۹۷۴ء میں شروع کیا اور ۹ نومبر ۱۹۹۱ء کو ختم قرآن کی تقریب منعقد ہوئی۔ یہ انتہائی مفصل دروس ہیں' بعض اوقات ایک آیت کا درس ایک گھنٹے پر مشتمل ہے۔ بدقسمتی سے ان دروس کی مکمل ریکارڈنگ موجود نہیں ہے' تاہم کافی حصوں کی ریکارڈنگ موجود ہے۔ ان دروس کو کتابی شکل میں سامنے لانا بہت ضروری ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحبؒ کی علمیت کا شاہکار ہو گا۔

دروسِ قرآن کے ضمن میں ''مطالعۂ قرآن حکیم کے منتخب نصاب'' کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس منتخب نصاب کی بنیاد تو سورۃ العصر ہے' لیکن اس کے بعد اس کے پانچ حصے ہیں' جو سورۃ العصر کے مضامین کو ہی کھولتے ہیں۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے تصورِ دین کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مؤمن کے دینی فرائض کی وضاحت کی ہے۔ اس منتخب نصاب کو ڈاکٹر صاحبؒ نے مختلف مواقع پر بیان کیا ہے۔ بعض دروس مختصر ہیں اور

بعض بہت مفصل اور علمی سطح کے حامل ہیں۔ مختصر ریکارڈنگ جو چوالیس آڈیو کیسٹس پر مشتمل ہے' اس کی مدد سے قرآن حکیم کی علمی وفکری راہنمائی پر مشتمل خط وکتابت کورس تیار کیا گیا ہے۔ یہ فاصلاتی طرزِ تعلیم گھر بیٹھے ہزاروں خواتین وحضرات کی رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔ اس ''منتخب نصاب'' کو ماہنامہ ''حکمت قرآن'' اور ماہنامہ ''میثاق'' میں بھی شائع کیا گیا ہے اور کتابچوں کی صورت میں بھی دستیاب ہے۔ اب اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے۔

اس منتخب نصاب کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے ''منتخب نصاب حصہ دوم'' بھی مرتب فرمایا۔ یہ بھی بہت اہم ہے۔ اس حصہ میں قرآن حکیم کی روشنی میں ایک اسلامی تحریک کے رفقاء کے باہمی تعلقات' امیر و مامور کا باہمی تعلق' تحریک کے کام کے تقاضے اور اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے علمی مباحث شامل ہیں' اس کی مدد سے حضورﷺ کی برپا کردہ اسلامی تحریک کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ بہت علمی سطح کے دروس ہیں اور انہیں ماہنامہ ''میثاق'' میں شائع کیا گیا ہے۔ اب یہ دروس ''حزب اللہ کے اوصاف اور امیر و مامورین کا باہمی تعلق'' کے عنوان سے کتابی صورت میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحبؒ کے دروسِ قرآن کے حوالے سے ایک ضمنی بات بیان کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے درسِ قرآن کا جو اسلوب متعارف کرایا وہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کے متن کو بنیاد بنا کر درس دیا جائے۔ درسِ قرآن کے عنوان سے مختلف ادارے اور جماعتیں جو پروگرام منعقد کرتی ہیں' وہ حقیقت میں درس قرآن نہیں ہوتا بلکہ مقرر کسی خاص موضوع پر قرآن وسنت اور دیگر دلائل کو بروئے کار لا کر ایک مقفّٰی ومسجع تقریر کر دیتا ہے یا اپنا حاصلِ مطالعہ پیش کر دیتا ہے' قرآن حکیم کے کسی خاص مقام کو بیان نہیں کیا جاتا' جبکہ ڈاکٹر صاحبؒ کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک تسلسل کے ساتھ قرآن کے اس خاص مقام پر آنے والے نکات کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ گویا اصل 'Focus' ' قرآن ہوتا ہے۔ یہی انداز ڈاکٹر صاحبؒ کے تلامذہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ ان دونوں اسالیب سے جوہری فرق واقع ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی قرآنی خدمات میں ''قرآن کانفرنسوں'' کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ ستر اور اسّی کی دہائی میں ان کانفرنسوں کو بہت شہرت ملی۔ قرآن حکیم کے علوم ومعارف کو عام کرنے میں ان کانفرنسوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ان کانفرنسوں میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور اہلِ فکر ودانش کو مدعو کیا جاتا۔ ہر کانفرنس کا ایک خاص موضوع ہوتا' جس پر علماء مقالے بھی پڑھتے اور تقاریر بھی کرتے۔ چنانچہ پاکستان کے علاوہ بھارت سے بھی جید علماء کرام' جیسے مولانا اخلاق حسین قاسمی' مولانا سعید احمد اکبرآبادی' مولانا عبدالکریم پاریکھ اور مولانا وحیدالدین خان وغیرہم' کو بھی مدعو کیا جاتا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا' لیکن بعد میں ان ''قرآن کانفرنسوں'' کی جگہ ''محاضراتِ قرآنی'' کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ وضاحت کرتے ہیں:

> ''مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا قیام اسی بنیاد پر عمل میں آیا تھا' چنانچہ اس کے زیر اہتمام دسمبر ۱۹۷۳ء سے مسلسل سات سال تک قرآن کانفرنسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری رہا۔ لاہور اور کراچی

میں بفضلہ تعالیٰ ہم نے سات نہایت عالی شان سالانہ قرآن کانفرنسیں منعقد کیں۔ اس کے بعد بعض اسباب سے ہم نے عنوان بدلا، جن میں سب سے بڑا سبب جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے باعث مسرت اور بارگاہِ ربّ العزت میں ہماری ان حقیر کوششوں کے مقبول ہونے کا کسی درجہ میں سہی ایک مظہر بھی ہے' یہ تھا کہ ''قرآن کانفرنس'' کا لفظ اتنا مقبول' اتنا معروف اور اتنا مشہور ہوا کہ جابجا دوسرے اداروں کی طرف سے نہ صرف متعدد قرآن کانفرنسیں' جنہیں بجا طور پر قرآن کانفرنسیں قرار دیا جاسکتا ہے' منعقد ہوئیں' بلکہ بات یہاں تک جا پہنچی کہ اگر کسی تجوید کے مدرسے کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کا انعقاد ہوا تو اس کا عنوان بھی ''قرآن کانفرنس'' قرار دیا جانے لگا' تو ہم نے پھر اس کو چھوڑ کر ''محاضراتِ قرآنی'' کی اصطلاح سے ان مجالس کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا''۔(۵)

غالباً ۱۹۸۹ء سے محاضراتِ قرآنی کا آغاز ہوا۔ یہ محاضرات کراچی میں بھی منعقد ہوئے اور لاہور میں بھی۔ چنانچہ ایک موضوع کا انتخاب کیا جاتا' اس پر ڈاکٹر صاحبؒ متعدد قرآنی لیکچر دیتے۔ ہر لیکچر کے بعد اہل فکر و دانش کا ایک پینل اس علمی موضوع سے متعلق سوالات کرتا' ڈاکٹر صاحبؒ اس کی وضاحت کرتے۔ یہ پینل مختلف مکاتب فکر کے جید علماء' جدید فکر کے حامل اہل فکر' وکلاء اور صحافیوں پر مشتمل ہوتا۔ ۱۹۸۹ء میں منعقد ہونے والے محاضراتِ قرآنی کا موضوع ''اسلام کا نظامِ حیات'' تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کا روحانی و اخلاقی نظام' اسلام کا معاشرتی نظام' اسلام کا سیاسی و ریاستی نظام اور اسلام کا معاشی نظام پر اڑھائی اڑھائی گھنٹے کے خطاب فرمائے اور بعد میں تیکھے اور چبھتے ہوئے سوالات کے جوابات دیے۔ ۱۹۹۱ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے محاضراتِ قرآنی کا موضوع ''حقیقتِ ایمان'' تھا۔ اس موضوع کو پانچ ذیلی موضوعات میں تقسیم کیا گیا۔ یہ محاضراتِ قرآنی اب کتابی شکل میں موجود ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں ''تحریک خلافت پاکستان'' کا آغاز کرنے کے بعد محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے پورے پاکستان کا مفصل دورہ کیا' جس کے دوران تمام بڑے شہروں میں عوامی جلسوں سے خطاب فرمایا۔ بعدازاں کراچی' لاہور' راولپنڈی' پشاور' کوئٹہ اور ملتان میں ہالز اور آڈیٹوریمز کی مسقف چار دیواری میں محصور پُرسکون ماحول میں ''خطباتِ خلافت'' کی صورت میں خالص علمی اور عقلی استدلال کے ساتھ نظامِ خلافت سے متعلق ان جملہ مسائل ومشکلات کا حل پیش کیا جو بالعموم نہ صرف مخالفین بلکہ موافقین کے ذہنوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لاہور میں یہ ''خطباتِ خلافت'' ٹاؤن ہال میں ہوئے۔ یہ پانچ خطبات اب ''خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام'' کے عنوان سے کتابی شکل میں دستیاب ہیں۔ مذکورہ بالا محاضرات اعلیٰ علمی سطح کے حامل ہیں' ان کے ذریعے اہل علم و دانش تک قرآن حکیم کی دعوت کو پہنچایا گیا۔

ڈاکٹر صاحبؒ اس اعتبار سے انتہائی خوش قسمت انسان تھے کہ انہیں ایسے رفقاء کار میسر آئے جو آپ کے کام کو جدید انداز میں محفوظ کرتے رہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے دروس قرآنی آڈیو' ویڈیو کیسٹس' CDs اور DVDs میں محفوظ ہیں۔ دعوتِ قرآنی کی نشر و اشاعت میں ان کیسٹس اور CDs نے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی مدد سے لاکھوں نفوسِ انسانی نورِ قرآنی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ عملی موضوعات پر مشتمل ان کیسٹس اور CDs کی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک میں بھی بہت مانگ ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ اگرچہ اب ہمارے

درمیان موجود نہیں ہیں‘ لیکن جدید سائنس کا یہ معجزہ ہے کہ ان کی آڈیو ویڈیو کیسٹس اور CDs سے ہم ان سے ایسے ہی مستفید ہو سکتے ہیں جیسے کہ وہ ہمارے سامنے درس دے رہے ہوں۔ خدمتِ قرآنی کا یہ سلسلہ نہ ختم ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو اس بات کا کامل ادراک تھا کہ ’’رجوع الی القرآن‘‘ کی اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے‘ چنانچہ انہوں نے اس کام کو اداراتی شکل میں منظم کرنے کا خواب دیکھا۔ ان کے بہت سے خواب ان کی زندگی میں شرمندۂ تعبیر ہوئے جبکہ کچھ کام وہ ادھورے چھوڑ گئے جو ان کے فکری وارثوں کے کرنے کے ہیں۔

انہوں نے سب سے پہلے اپنے قیامِ ساہیوال کے دوران ایک ’’قرآنی دارالقامہ‘‘ قائم کیا تھا جس میں کالج میں زیر تعلیم طلبہ کو رہائش فراہم کر کے‘ انہیں عربی زبان اور قرآن حکیم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ نوجوانوں کو قران حکیم کی طرف لانے کی یہ اوّلین کوشش تھی۔

۱۹۶۵ء میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے ایک اشاعتی ادارہ ’’دار الاشاعت الاسلامیہ‘‘ قائم کیا۔ اس ادارے کا مقصد قرآنی مطبوعات کی اشاعت تھا۔ یہ ادارہ ڈاکٹر صاحب نے اس رقم سے قائم کیا جو انہیں اپنے بھائیوں سے کاروباری علیحدگی سے حاصل ہوئی۔ اس ادارے نے مولانا امین احسن اصلاحی کی تصانیف اور ان کی معرکۃ الآراء تفسیر ’’تدبر قرآن‘‘ کی ابتدائی جلدیں شائع کیں۔ ماہنامہ ’’میثاق‘‘ جو پہلے مولانا امین احسن اصلاحی کی زیر ادارت نکلتا تھا اور کچھ عرصہ سے بند تھا‘ وہ بھی دوبارہ شائع کرنا شروع کیا۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۷۲ء میں ’’انجمن خدام القرآن‘‘ قائم کی۔ اس کے قیام کے مقاصد میں علومِ قرآنی کی اشاعت اور مختلف تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے وسائل مہیا کرنا تھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۶۷ء میں ایک قرآن اکیڈمی کا خواب دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ خود رقم طراز ہیں:

’’......ایک قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا جائے‘ جو ایک طرف علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت کا بندوبست کرے تا کہ قرآن کا نور عام ہو اور اس کی عظمت لوگوں پر آشکارا ہو اور دوسری طرف ایسے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے جو بیک وقت علومِ جدیدہ سے بھی بہرہ ور ہوں اور قرآن کے علم و حکمت سے بھی براہِ راست آگاہ ہوں تا کہ متذکرہ بالا علمی کاموں کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت کا اہم ترین نتیجہ یہ نکلے گا کہ عام لوگوں کی توجہات قرآن حکیم کی طرف مرکوز ہوں گی‘ ذہنوں پر اس کی عظمت کا نقش قائم ہو گا‘ دلوں میں اس کی محبت جاگزیں ہو گی اور اس کی جانب ایک عام التفات پیدا ہو گا۔ نتیجتاً بہت سے ذہین اور اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والے نوجوان بھی اس سے متعارف ہوں گے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ان میں سے اچھی بھلی تعداد ایسے نوجوانوں کی نہ نکل آئے جو اس کی قدر و قیمت سے اس درجہ آگاہ ہو جائیں کہ پوری زندگی کو اس کے علم و حکمت کی تحصیل اور نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیں۔ ایسے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اس اکیڈمی کا اصل کام ہو گا اور اس کے لیے ضروری ہو گا کہ ان کو پختہ بنیادوں پر عربی کی تعلیم دی جائے‘ یہاں تک کہ ان میں زبان کا گہرا فہم اور اس کے ادب کا ستھرا ذوق

پیدا ہو جائے۔ پھر انہیں سبقاً سبقاً قرآن پڑھایا جائے اور ساتھ ہی حدیث نبوی ﷺ فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم دی جائے۔'' (٦)

ڈاکٹر صاحب نے قرآن اکیڈمی کا خواب کیوں دیکھا' اس کی وضاحت بھی انہوں نے کر دی۔ ڈاکٹر صاحبؒ کو اس بات کا بھی ادراک تھا کہ دینی مدارس میں قرآن کی طرف رجوع بہت کم ہے۔ پھر اس بات کی نہ کوئی ترغیب ہے' نہ اہتمام کہ عوام الناس تک قرآنی علوم پہنچائے جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہ عرض کرنا غالباً خارج از محل شمار نہیں ہوگا کہ خود علماء کے حلقوں میں تاحال قرآن حکیم پر توجہ اس درجہ مرکوز نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ راقم الحروف نے ایک بار مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ پر تو ہمارے یہاں ضخیم تصانیف موجود ہیں لیکن اصولِ تفسیر پر کل دو مختصر رسالے ملتے ہیں' ایک امام ابن تیمیہؒ کا اور دوسرا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا؟ اس کا جواب تو مولانا نے قدرے توقف کے بعد یہ دیا کہ اصل میں اصولِ فقہ کی کتابوں میں اصولِ تفسیر بھی زیرِ بحث آ جاتے ہیں لہٰذا علیحدہ تصانیف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن جب میں نے یہ دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ آپ کے دارالعلوم میں تخصص فی الحدیث کا شعبہ بھی ہے اور تخصص فی الفقہ کا بھی' لیکن تخصص فی التفسیر کا شعبہ موجود نہیں ہے؟ تو اس پر مولانا نے پوری فراخدلی کے ساتھ تسلیم فرمایا کہ یہ ہماری کوتاہی ہے۔''(٧)

چنانچہ انہوں نے ١٩٧٦ء میں قرآن اکیڈمی قائم کی تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان قرآن حکیم پر غور و فکر' بحث و تحقیق اور نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھائیں اور یہ ان کی زندگی کا مقصد ٹھہرے۔ قرآن اکیڈمی کے قیام کے ساتھ ہی ایسے نوجوانوں کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا۔ ابتداءً جب دوسالہ دینی کورسز کا اجراء ہوا تو نوجوانوں کو راغب کرنے کے لیے باقاعدہ وظائف بھی دیے جاتے' مفت رہائش اور خوراک کا اہتمام بھی کیا جاتا۔ الحمدللہ نوجوانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس کام کے لیے تیار ہوگئی۔ بعد ازاں ایک سالہ ''رجوع الی القرآن کورس'' متعارف کرایا گیا جو اب تک باقاعدگی سے جاری ہے' اس میں خواتین بھی شریک ہوتی ہیں۔ چنانچہ حلقہ خواتین میں قرآنی فکر پہنچانے کے لیے اچھی خاصی تعداد خواتین مدرسین کی بھی تیار ہو چکی ہے جن میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی صاحبزادیاں بھی شامل ہیں۔

ابتداءً لاہور میں قرآن اکیڈمی قائم ہوئی' الحمدللہ اب تمام بڑے شہروں کراچی' فیصل آباد' ملتان اور جھنگ میں قرآن اکیڈمیز معرضِ وجود میں آ چکی ہیں' لہٰذا تمام جگہ اس نوعیت کے کورسز کا اجراء کیا جاتا ہے۔ طویل کورسز کے ساتھ ساتھ مختصر دورانیے کے عربی زبان کی تفہیم کے کورسز بھی تمام جگہوں پر جاری رہتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن اکیڈمی کراچی اور جھنگ بہت وقیع اور عمدہ کام کر رہی ہیں۔ قرآن اکیڈمی کراچی کے روحِ رواں انجینئر نوید احمد ہیں' جو ایک باصلاحیت اور جذبہ رکھنے والے نوجوان ہیں' جبکہ قرآن اکیڈمی جھنگ کے مدیر المہام انجینئر مختار حسین فاروقی مدظلہ ہیں' جنہوں نے اپنی پوری جوانی اسی کام میں لگائی ہے اور اب ان کا شمار ڈاکٹر صاحبؒ کے ان شاگردوں میں ہوتا ہے جو خود بھی بزرگی کی دہلیز پر دستک دے رہے ہیں۔ ان اور ان جیسے دوسرے حضرات

کو ہم صحیح معنوں میں ڈاکٹر صاحبؒ کا فکری جانشین اور شاگردِ رشید کہہ سکتے ہیں۔

قرآن اکیڈمیوں کے علاوہ ۱۹۸۹ء میں قرآن کالج کا قیام بھی عمل میں آیا۔ اس کا مقصد بھی عصری علوم کے ساتھ دینی علوم خصوصاً قرآن حکیم کی تفہیم کا اہتمام کرنا ہے۔ اب قرآن کالج کو ''کلیۃ القرآن'' میں بدل کر ایک جدید اسلامی مدرسے کی شکل دی گئی ہے' جہاں درسِ نظامی کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ قرآن کالج' یعنی کلیۃ القرآن کے ساتھ ایک شاندار قرآن آڈیٹوریم بھی قائم ہے جہاں ڈاکٹر صاحبؒ ہفتہ وار درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ اب یہاں ان کے خلف الرشید ڈاکٹر عارف رشید صاحب ہفتہ وار درس کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ نیز دیگر دینی پروگرام' سیمینار وغیرہ کا انعقاد یہیں ہوتا ہے۔ اس سے ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوگئی' ورنہ اس طرح کے پروگراموں کے لیے شہر کے وسط میں ہال کرائے پر لینا پڑتے تھے۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۶۸ء میں ایک قرآن یونیورسٹی کا خواب بھی دیکھا تھا' جس میں تمام علوم قرآن حکیم کے گرد گھومتے ہوں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہ کام ظاہر ہے کہ اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک عالم اسلام میں جابجا ایسی یونیورسٹیاں قائم نہ ہوں جن میں سے ہر ایک کا اصل مرکزی شعبہ ''تدبر قرآن'' کا ہو اور اس کے گرد تمام علوم عقلی جیسے منطق' مابعد الطبیعیات' اخلاقیات' نفسیات اور الٰہیات' علومِ عمرانی جیسے معاشیات' سیاسیات اور قانون اور علوم طبعی جیسے ریاضی' کیمیا' طبیعیات' ارضیات اور فلکیات وغیرہ کے شعبوں کا ایک حصار قائم ہو' اور ہر ایک طالب علم ''تدبر قرآن'' کی لازماً اور ایک یا اس سے زائد دوسرے علوم کی اپنے ذوق کے مطابق تحصیل کرے اور اس طرح ان شعبہ ہائے علوم میں قرآن کے علم و ہدایت کو تحقیقی طور پر اخذ کر کے مؤثر انداز میں پیش کر سکے''۔ (۸)

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کا یہ خواب تاحال پورا نہیں ہوا۔ اُن کے تلامذہ اور فکری ورثاء پر بہت سے قرض باقی ہیں جو انہوں نے چکانے ہیں۔ ان کی فکر کی بہت سی تہیں ابھی کھلنی ہیں' کئی فکری گوشوں کو اُجاگر ہونا ہے۔ ان کا بہت سا فکری کام ماہنامہ ''میثاق'' اور ''حکمت قرآن'' کے صفحات میں بکھرا پڑا ہے' جسے مرتب و مدوّن کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے قرآنی افکار ہزاروں کی تعداد میں کیسٹس میں محفوظ ہیں' جنہیں کتابی شکل میں لانا باقی ہے۔ کیسٹس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے' یہ دعوت کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہیں لیکن ان کی اہمیت وہ نہیں ہے جو کتاب کی ہوتی ہے۔ کسی بھی بڑے مفکر' دانشور' ادیب اور سکالر کے افکار کا حوالہ کتب ہوتی ہیں' لہٰذا ڈاکٹر صاحبؒ کے قرآنی افکار کا کتابی شکل میں مدوّن ہونا باقی ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحبؒ فردِ واحد کی حیثیت سے کام کا آغاز کر کے ''رجوع الی القرآن'' کی اتنی عظیم تحریک برپا کر سکتے ہیں تو کیا اتنے سارے ادارے' افراد اور وافر وسائل اس کام میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے؟ یہ ایک سوال ہے جو مجھ سمیت ان تمام لوگوں کو دعوتِ فکر دیتا ہے جو ڈاکٹر صاحب کی فکر کے امین اور خوشہ چین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحبؒ کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

(مضمون کے حواشی صفحہ 54 پر ملاحظہ فرمائیں)